کی گئی ہے۔ بدبخت اور محروم شخص وہ ہے جو اس طریق فطرت کو چھوڑ دے جو اس کی اپنی خلقت کے اندرون کی صدا ہے اور وہ اس پر کان نہ دھرے سب سے پہلے جامع اصل کو بطور تمہید بیان کیا اور اس کو یوں واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بارش نازل کی پھر چراگاہیں پیدا کیں اور اسے نہایت شاداب و سرسبز کیا تاکہ چوپائے اس سے اپنی غذا حاصل کریں۔ چوپایوں کو انسان کے لیے نفع بخش بنایا اور پھر ان جانوروں سے فائدہ اٹھانے کے طریقے کی طرف رہنمائی فرمائی۔ جیسا کہ اس کی صراحت قرآن کے کتنے ہی مقامات پر کی گئی ہے۔ مثلاً:

وَفَاكِهَةً وَّأَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ (عبس: ۳۱-۳۲)	"ہم نے پیدا کیے میوے اور سبزہ، تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے سامانِ زندگی کے طور پر۔"
كُلُوا وَارْعَوْا أَنْعَامَكُمْ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّأُولِي النُّهَىٰ ۔ (طٰہٰ: ۵۴)	"کھاؤ اور اپنے جانوروں کو بھی چراؤ۔ بے شک اس میں کتنی ہی نشانیاں ہیں، عقل والوں کے لیے۔"

اور اس طرح کی دوسری آیات بھی ہیں۔

پھر اس بیان کو انسان کی تربیت کے لیے بطور مثال پیش کیا ہے کہ جس طرح اللہ نے خلقت کو درست کیا، اس کے لیے غذا فراہم کی اور چوپایوں کے ذریعہ سے اسے فائدہ اٹھانے کا موقع عنایت کیا اسی طرح اس نے خود اس کے وجود کو نہایت مناسب بنایا، عقل کے زیور سے آراستہ کیا اور ہر طرح کی قوتیں بخشیں اور جس طرح اُس نے بادل سے پانی برسایا تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ زندہ رہے ٹھیک اسی طرح سے اس نے کتاب نازل فرمائی تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ دنیا و آخرت میں خوشگوار زندگی بسر کرسکے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۝ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ ۝ (الاعلیٰ: ۱۸-۱۹)	"یہی کچھ پہلے صحیفوں میں بھی ہے، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں۔"

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق اور رب ہے اور اس نے مخلوق کے لیے اس فریضہ کی انجام دہی کو آسان بنایا ہے جس کے لیے وہ پیدا ہوئی ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کے قول کی حکایت کرتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:

رَبُّنَا الَّذِيٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝ (طٰہٰ: ۵۰)

"ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی اپنی ساخت بخشی پھر رہنمائی فرمائی۔"

اس طرح اس آیت میں خالق کی رحمت اور حکمت کو بیان کیا۔ ایک دوسری آیت میں حضرت ابراہیمؑ کے قول کی یوں حکایت فرمائی ہے:

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰىۙ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ (النجم: ۳۸-۳۹)

"کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا، اور یہ کہ انسان کے لیے بس وہی ہے جو کچھ اس نے سعی کی۔"

اس آیت میں انسان پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کے لیے اس کی فطرت کی جانب سے آسانیاں پیدا کرنے کے بعد اس کی وضاحت کر دی کہ اب جو راستے سے ہٹے گا وہی لائق ملامت اور فلاح سے محروم ہوگا۔ ایسا شخص درحقیقت دنیائے فانی کو اس نعمت پر ترجیح دے گا جو بہتر اور ابدی ہے۔ اور یہ دوسری بات، اس میں شامل ہے جس کی قدرت دہرایت دی ہے اسی لیے اسے شروع اس طرح کیا۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰىۙ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓىۙ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ (النجم: ۳۶-۳۸)

"آیا اسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰؑ کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیمؑ کے جس نے وفا کا حق ادا کیا کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔"

اس طرح اس نے عدل اور حشر کی خبر دی جیسا کہ کھیتی اپنی ذات سے فصل کی کٹائی

کا پتہ دیتی ہے۔

حواشی

۱؎ مولانا فراہیؒ کی یہ کتاب اسالیب القرآن کے نام سے دائرہ حمیدیہ مدرسۃ الاصلاح سرائمیر، اعظم گڑھ سے ۱۳۸۹ھ میں شائع ہو چکی ہے۔

۲؎ قرآن مجید میں تعیین خطاب کے مسئلہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے، کس مقام پر خطاب کس سے ہے، یعنی کلام کا اصل مخاطب کون ہے؟ اس کا جاننا قرآن فہمی کے لیے نہایت ضروری ہے۔ اگر کلام کا صحیح رُخ واضح نہ ہو تو کلام کا صحیح مفہوم ذہن کی گرفت میں نہیں آسکتا۔ قرآن میں کبھی خطاب پیغمبر سے ہوتا، لیکن درحقیقت روئے سخن امت کی جانب ہوتا ہے۔ اسی طرح خطاب کبھی عام ہوتا ہے، لیکن مراد کچھ خاص لوگ یا مخصوص طبقہ ہوتا ہے۔ خطاب میں تبدیلی موقع و محل کے لحاظ سے ہوتی رہتی ہے۔ کبھی خطاب کی اس تبدیلی یا التفات کا پتہ محض مضمونِ کلام سے ہوتا ہے۔ کوئی دوسری چیز اس سلسلے میں ہماری رہنمائی نہیں کرتی۔ تبدیلی خطاب یا التفات حکمت و بلاغت اور ادبی محاسن کے ساتھ ہوتا ہے۔ جسے اہلِ ذوق و نظر بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ (مترجم)

۳؎ مولانا علیہ الرحمۃ نے سنقرئک فلا تنسی الا ماشاء اللہ میں الّا کو متصلہ مان کر تاویل کی ہے۔ اس لحاظ سے آیت کا ترجمہ ہوا "ہم تمہیں پڑھا دیں گے، تو تم بھولو گے نہیں۔ مگر وہ کچھ جو خدا چاہے۔ اگر الّا کو متصلہ کے بجائے منقطعہ قرار دیا جائے تو پھر آیت کی تاویل میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی، کیونکہ الّا منقطعہ کا نحوی لحاظ سے ماسبق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ایسی صورت میں اس آیت کا ترجمہ ہوگا "ہم تمہیں پڑھا دیں گے تو تم بھولو گے نہیں، بات یہ ہے اللہ کی مشیت ہی نافذ ہے۔ (مترجم)

۴؎ جو شخص ذکر سے فائدہ اٹھاتا ہے اور جو کچھ اس کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے اس سے نصیحت حاصل کرتا ہے اس کے اور اس شخص کے درمیان تفریق کی ہے جو اس ذکر سے اعراض کرے جو اس کی تربیت و تزکیہ کے لیے نازل کیا گیا ہے بدبختی و محرومی کی طرف جاتا ہے۔

ادنیٰ کو اعلیٰ کے مقابلے میں ترجیح دیتا ہے۔ (فراہیؒ)

ﮯ۵ خلق میں بہت سی دلائل موجود ہیں۔ نفس خلق ایک حکیم و رحیم ذات پاک کے وجود پر دلیل ہے۔ بعض مخلوق کی بعض سے نسبت و تعلق دلیل توحید ہے۔ اس کے اندر اس کے مقصد کا الہام کرنا تربیت نفوس اور اتمام خلق کی دلیل ہے۔ اور ہر ایک استدلال بالتقدیر کے اندر داخل ہے اور وہ خلق سے استدلال کے باب میں سے ہے۔ پس جو کوئی خلقت پر نظر ڈالے تو واضح طور پر محسوس ہوگا کہ تقدیر، توفیق اور تدبیر تمام ہی معاد پر دلالت کرتے ہیں اور یہ ایک کو شامل ہے، کیونکہ اصل ہے ایک غایت اور مصلحت کے تحت پیدا کرنا تاکہ وہ عبث نہ ہو، یہی حکمت ہے۔ چونکہ خدا غنی اور بے نیاز ہے اس لیے اس کا ارادہ مصلحت کے تحت ہوتا ہے اور یہ محض رحمت ہی کا فیض اور نتیجہ ہے۔ (فراہیؒ)

ﮯ۶ نبی کو لوگوں کے انکار پر تسلی دی۔ جس طرح اللہ نے ہر مخلوق کے لیے اس کے مقصدِ تخلیق کو آسان فرمایا ہے اسی طرح نبیؐ کے لیے سہولت پیدا کرے گا۔ پس انھیں اپنے کام پر ثابت قدم رہنا چاہیے (فراہیؒ)

ﮯ۷ چراگاہ کو روحانیت کی مثال ٹھہرایا۔ (فراہیؒ)

علوم القرآن کے پرانے شمارے

ششماہی علوم القرآن کے پہلے شمارہ کے لیے مستقل خطوط موصول ہو رہے ہیں۔ اسٹاک میں اس شمارہ کی کاپیاں موجود نہ ہونے کی وجہ سے ادارہ ان فرمائشوں کی تعمیل سے قاصر ہے۔ اس سلسلہ میں گزارش ہے کہ اگر کوئی صاحب از راہِ کرم شمارہ اوّل ادارہ کو عنایت فرمائیں تو ان کی خدمت میں علوم القرآن کا تازہ شمارہ پیش کیا جائے گا۔ بقیہ شماروں کی کچھ کاپیاں دستیاب ہیں۔ خواہش مند حضرات اس سلسلہ میں ادارہ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔